چمنستان

ظفر علی خاں

پبلشرز یونائیٹڈ، چوک انارکلی لاہور

بار اول ——————— ۲۰۰۰
قیمت ——————— پانچ روپے

۱۹۴۴ء

شیخ محمد نصیر ہمایوں سکرٹری پرنٹر و پبلشرز نے مرکنٹائل پریس لاہور میں
چھپوا کر پبلشرز یونائیٹڈ لاہور سے شائع کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا گناہ

مرا گناہ یہی ہے کہ مجھ کو ہے اصرار
شہید گنج کی مسجد کی بازیابی پر

کسی سے جرم یہ سرزد اگر ہو مستی میں
تو حدِ شرع نہ جاری ہو کیوں شرابی پر

مری نظر میں ہیں مسجد کے منبر و محراب
جمی ہوئی نظر احرار کی ہے "لابی"[1] پر

ہے اس زمانہ میں اچھا اگر کوئی مذہب
تو ہے وہی جسے قرباں کریں رکابی پر

علیؓ کے بازوئے خیبر شکن کی مجھ کو قسم
کہ ناز مجھ کو بھی ہے اپنی بوترابی پر

قریب ہے کہ قیامت بپا ہو دنیا میں
خدائے پاک کی تعمیر کی خرابی پر

ہے لکھنؤ کو بھی آج اتفاق دہلی سے
مرے کلامِ مرصع کی لاجوابی پر

۲۱ جون ۱۹۳۶ء

[1] مجلس وضع آئین و قوانین کی غلام گردش

(۴)

اسلام کی رُسوائی احرار کے ہاتھوں

ہندوؤں سے ہے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
گلہ رسوائیٔ اسلام کا احرار سے ہے

حرمتِ پنجاب میں ناموسِ نبیؐ پر آیا
قائم اس ظلم کی بُنیاد ان اشرار سے ہے

پانچ ککّوں کا ہے پابند شریعت کا امیر
اُس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار سے ہے

آج قرآن کو کہتے ہیں وہ "نطفہ" اپنا
سلسلہ جن کا ملا سیّدِ ابرار سے ہے

آج قرآن کی توہین وُہی کرتے ہیں
واقفیت جنہیں قرآں کے سب اسرار سے ہے

آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
تو یہ سب ذلّت اسی طبقۂ غدار سے ہے

کیا قیامت ہے کہ اللہ کا گھر ہو ویراں
جس کی رونق کی نمود احمدِؐ مختار سے ہے

ہے یہ سب مسجدِ مظلوم کی فریاد کا فیض
جس قدر درد ٹپکتا مرے اشعار سے ہے

۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(۱۱)

مسجد شہید گنج کی پکار

شہید گنج کی مسجد پکارتی ہے تمہیں　　دبے ہوؤ وہ خود اُٹھ کر اُبھارتی ہی تمہیں
جو بال سے بھی ہی باریک و دشنہ سے بھی ہی تیز　　وہ اُس صراط کے پُل سے گزارتی ہی تمہیں
وہ اُس جہاز سے جو گھر گیا ہی طوفاں میں　　کنارہ پر بسلامت اُتارتی ہی تمہیں
وہ آپ اُجڑتی ہی لیکن تمہیں بساتی ہے　　وہ خود بگڑتی ہی لیکن سنوارتی ہی تمہیں
لگا کے غازۂ حسنِ حیاتِ لم یزلی　　نکھر چکی ہی وہ خود اب نکھارتی ہی تمہیں

جو چاہتے ہو کہ آباد ہو تو اُس کو بچاؤ
شہید گنج کی مسجد پکارتی ہے تمہیں

کلکتہ ۱۴۔ اگست سنہ ۱۹۳۶ء

(۱۶)

مسجد شہید گنج کی شہادت

جس دن شہید گنج کی مسجد ہوئی شہید
اسلامیوں کے سر پہ قیامت گزر گئی

اپنوں کا اک گروہ پرایوں سے جا ملا
بازی جو ہم نے جیت ہی لی تھی وہ ہر گئی

اسلام کے حریف کی سنگین کی انی
سینے میں پیرتی ہوئی دل تک اتر گئی

رسوائی اپنے دیں کی ان آنکھوں سے دیکھ لی
حسرت بھری نگاہ ہماری جدھر گئی

مومن سے پوچھتا ہے یہ کافر براہِ طنز
تیری ہزار سالہ حمیت کدھر گئی

رنگون ۲۰ ستمبر ۱۹۳۶ء

(۷۰)

کنجاہ

مجلس مرکزیہ احرار ہند نے جو تحریک شہید گنج کو فنا کرنے کی غرض سے مجھ پر اور میرے رفقا پر نت نئی تہمتیں لگانے کے فن میں ید طولیٰ رکھتی ہے اور اُسے اپنی شریعت مطہرہ کا مقدس ترین فرض سمجھتی ہے اپنے ایک رکن سراج الدین المتخلص بہ سراج کنجاہی سے یہ تاریخی الزام تراشوایا تھا کہ ظفر علی خاں جس کے پیٹ میں رہ رہ کر شہید گنج کی بربادی کا مروڑ اٹھتا ہے دینِ مبین کا در اصل سب سے بڑا دشمن واقع ہوا ہے کیونکہ اس ظالم نے اپنے گاؤں کرم آباد کی مسجد ڈھا کر اُس کے ملبہ سے اپنی کوٹھی تعمیر کر لی۔ اس الزام کا جو حشر مسلمانوں کی قومی عدالت میں ہوا وہ عالم آشکار ہے۔ ایک اسلامی کمیشن نے کرم آباد پہنچ کر اپنی آنکھ سے سب کچھ دیکھ کر اور شہادتیں لے کر فیصلہ کیا کہ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ میں اُن دنوں رنگون میں تھا اور مجھے اس فیصلہ کی اطلاع بذریعہ تار دی گئی جس پر بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ

کرم آباد کی مسجد سے ندا آتی ہے
ہو گیا مجلسِ احرار کے ارمان کا خون

رنگون سے واپس آنے پر مجھے مسلمانانِ کنجاہ کی طرف سے ایک بہت بڑے سیاسی جلسہ میں شرکت کی دعوت موصول ہوئی اور میں مجلس اتحادِ ملت کے چیدہ چیدہ ارکان کے ساتھ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو کنجاہ پہنچا۔ بڑا لطف یہ ہوا

کہ مجھے اور میرے رفقا کو دعوت طعام جن بزرگ نے دی وہ خود سراج کنجاہی تھے جو کرم آباد والے واقعہ سے متاثر ہو کر احرار سے اپنا تعلق قطع کر چکے ہیں کھانے کے بعد صاحب ذوق نوجوانوں کی طرف سے فرمائش ہوئی کہ کنجاہ پر جسے غنیمت کی شاعری نے زندہ جاوید کر دیا ہے کچھ اشعار ہونے چاہئیں۔ چنانچہ بیٹھے بیٹھے چند اشعار موزوں ہو گئے جو نذر ناظرین ہیں :-

یہ حسن و عشق کا گھر ہے اسے کنجاہ کہتے ہیں
مرے ہر جرم کا آ کر یہاں کفارہ ہوتا ہے

زہے قسمت بچا لے جاؤں گر میں آبرو اپنی
کہ ہے جو آبرو والا یہاں آوارہ ہوتا ہے

غنیمت کی لحد ہے اب بھی سوز و ساز کی محفل
کہ اس کی خاک کا ہر ذرہ آتشپارہ ہوتا ہے

مرا بھی ایک شاہد ہے علی گڑھ نام ہے جس کا
مرا دل اُس کی چشم مست کا گہوارہ ہوتا ہے

کہا کنجاہ کی کڑوی چلم نے باتوں باتوں میں
کہ تمبا کو یہاں کا عنقریب جنّارہ ہوتا ہے

مسلماں بھی خدا رکھتا ہے پھر یہ ماجرا کیا ہے
ہدف سارے مصائب کا یہی بیچارہ ہوتا ہے

ابد تک جو بجے گا طبل ہے وہ ہم غریبوں کا
جو پھٹ جاتا ہے وہ احرار کا نقارہ ہوتا ہے

جو ہیں گردوں کے سیارے وہ اب گرنے ہی والے ہیں
بلند اسلام کا پنجاب میں طیارہ ہوتا ہے

کہاں تک شعر کہتا جاؤں آخر کوئی حد بھی ہو
کہ حلوے میں مزا ہوتا ہے اور یکبارہ ہوتا ہے

کنجاہ - ۲۲ - اکتوبر ۱۹۳۶ء

(۴۷)

سیاسیات کا دنگل

دفترِ پنجاب ہے جنگل سیاسیات کا
بن گیا میرا قلم منگل سیاسیات کا

پہلوان اور اُن کے پٹھے آ گئے خم ٹھونک کر
دیدنی ہے آج کل دنگل سیاسیات کا

گالیاں دے جھوٹ بول احرار کی ٹولی میں مل
نکتہ یوں ہی ہو سکے گا حل سیاسیات کا

پہلے ہی دن سے ہیں جب دیدے بخاری کے پٹم
مانگتے پھرتے ہیں کیوں کاجل سیاسیات کا

خالصہ کا ساتھ دے جب یہ شریعت کا امیر
کیوں نہ کہئے اِس کو "باٹل" سیاسیات کا

کیا تماشا ہے کہ زلفِ شرع کی مشاطگی
کر رہا ہے آج دستِ شل سیاسیات کا

ہے بہت آسان کھانا سینہ پر گینتی کی ضرب
ہے بہت مشکل چلانا ہل سیاسیات کا

دیکھ لے مظہر علی اظہر کو فضل حق کے ساتھ
ایک پدّی دوسرا اچھاپل سیاسیات کا

مجلسِ احرار کے نیفے کی رونق بن گیا
ایک پسّو دوسرا کھٹمل سیاسیات کا

دخل معقولات میں دیتا ہی کیوں "بڈھ مولوی"
عقدہ کیا کھولے گا یہ ڈھیل سیاسیات کا

ڈاکٹر کچلو زبر ہیں اور حسام الدین ہیں زبر یہ دمن اس عہد کی وہ نل سیاسیات کا
جل گئے مکہ میں بھٹے مولوی داؤد کے حد سے بڑھ کر گرم تھا بھوبل سیاسیات کا
"انڈیپنڈنٹ" آخر آہی جائے گا یاروں کے کام ہمد مو گھوڑا ہے یہ کوتل سیاسیات کا

عورتوں نے بھی کیا کونسل کا رُخ مردوں کی طرح
آئی ہیں تھامے ہوئے آنچل سیاسیات کا

لاہور

۱۶ دسمبر ۱۹۳۶ء

(٧٧)

احراریات

صدرِ مجلسِ احرار:-

دو غم ہیں جہاں میں غمِ دُزد و غمِ کالا
دونوں کا جنازہ مری غربت نے نکالا

خواہش ہو یہ لالہ کی جپوں لالہ کی مالا
مالا کا ہر اک دانہ ہو پھر لو، لالا

مَیں صدر ہوں احرار کا ممدوح مرا ہے
اک پیسہ بھی جس نے مرے کشکول میں ڈالا

جنرل سکرٹری مجلسِ احرار:-

کونسل کی الکشن کی بلا ہو گئی نازل
ٹوٹا ہے مرے سر پہ مصیبت کا ہمالا

وہ پانسو مندر مری فہرست میں ہیں درج
اسلامیوں نے جن سے ہر اک بُت کو نکالا

گھنٹہ نہیں بجتا ہے مہادیو کا اُن میں
اُن سب میں ہمیشہ کے لئے پڑ گیا "تالا"

امیرِ شریعت احرار:-

اک طفلِ پری رو کی شریعت فگنی نے
کل رات نکالا مرے تقوے کا دوالا

مَیں دین کا پُتلا ہوں وہ دُنیا کی ہے مورت
اُس شوخ کے نخرے میں مرا گرم مسالا

لاہور۔ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

(۷۸)

احرار کی ٹولی

پنجاب آمبلی کی رکنیت کے لئے حلقہ گڑھ شنکر کی طرف سے دو امیدوار تھے۔ چودھری افضل حق رکن رکین مجلس احرار اور رانا نصر اللہ خاں ہریانوی بی۔ اے جن کی پشت پر مجلس اتحاد ملت کی تائید تھی۔ چودھری افضل حق کو اپنے حریف کے مقابلہ میں شکست فاش ہوئی جس کی تصویر اشعار ذیل میں کھینچی گئی:۔

جاء نصر اللہ کی ہریانہ سے آئی صدا — رنگ افضل حق کا سنتے ہی جیسے فق ہو گیا
گر پڑے غش کھا کے مولانا عطاء اللہ شاہ — اور کلیجہ مولوی داؤد کا شق ہو گیا
راہ چلتے چلتے گڑھ شنکر کی ٹمٹم رک گئی — جو چلاتا تھا اسے لنگڑا وہ ابلق ہو گیا
مولوی مظہر علی اظہر کی رسوائی کا داغ — اُن کی مجلس کے سیہ خانے کی رونق ہو گیا
اُس طرف مندر کا شور اور اس طرف مسجد کا زور — بیچ میں مظہر علی اظہر معلق ہو گیا

پوچھتے ہیں سر سکندر مجلسِ احرار سے — کیوں وزارت کا تمنائی یہ احمق ہوگیا

ذاکرِ احرار کا مشہور ناقوسی "سلام" — مالوی جی کے صنم خانہ کی رونق ہوگیا

کون دے گا ووٹ بیچارے حسام الدین کو — کچلو امرتسر میں جب مختارِ مطلق ہوگیا

جا ملے کیا سوچ کر احرار سے مُلّا غوث — سارسوں میں کس لئے شاملِ لقلق ہوگیا

صدرِ احرار آ گئے لے کر لفنگوں کے پرے — لشکرِ اشرار سے جنگ آزما حق ہوگیا

شاعری میں بذلہ سنجی ہے مرا اندازِ خاص
زندہ میرے نام سے نامِ فرزدق ہوگیا

لاہور - ۲۷ - دسمبر ۱۹۳۶ء

(۸۳)

ملک برکت علی

اور

مجلسِ احرار

اگر سرکار مرشد تھی تو احراری ولی نکلے
اور اُن کی گوشمالی کو ملک برکت علی نکلے

الکشن سر پہ آیا، کامیابی اس کو کہتے ہیں
کہ ہر تقریر آزادی کے سانچے میں ڈھلی نکلے

دُعائیں مانگتی ہے رات دن احرار کی ٹولی
کہ جس کوچے سے ہم نکلیں لفنگوں کی گلی نکلے

سُنا دے جا کے انگریزوں کو سچی بات کونسل میں
خدایا ہم میں بھی ٹولی اک ایسی منچلی نکلے

۱۹ جنوری ۱۹۳۷ء

(۸۴)

ٹین فروش اور دین فروش

مولانا مظہر علی اظہر

ہم ہیں احرار نہیں ہم سے اُلجھنا اچھا
تیری اوقات ہی کیا ہے ابے او ٹین فروش

کامریڈ محمد حسین ٹین ساز

مَیں نے مسجد نہیں بیچی کبھی تیری مانند
ابے او چندہ کے بھوکے ابے او دین فروش

۲۶-جنوری ۱۹۳۷ء

(۱۲۵)

دستِ زرفشاں اور جیبِ زرکشاں

نئے تیر اب کہاں سے لائے گی احرار کی ٹولی
کہ خالی ہو چکا ان قادر اندازوں کا ترکش ہے
ہے گاندھی جی سے ان کا رشتہ اور یہ رشتہ ہے زریں
کہ ہاتھ اُن کا زرافشاں ہے تو جیب ان کی بھی زرکش ہے
کسی دن سرنگوں دیکھیں گے اس کو دیکھنے والے
سوادِ اعظمِ امت سے جو بدبخت سرکش ہے

لاہور - ۱۲ - دسمبر ۱۹۳۷ء

(۱۲۶)

حلقۂ امروہہ کی انتخابی آویزش

اگر مینہ زور سے برسا تو گل جائیں گی دیواریں
کہ اینٹیں ساری کچّی ہیں بشیر احمد کے بھٹّے کی

بُتوں سے جا ملے کٹ کر ہمارے مولوی ہم سے
نہ رکھی شرم اُنھوں نے اپنی پیشانی کے گھٹّے کی

مسالہ پیتے ہیں جب یہ وہ بے دانت کی سِل ہے
نہ کچھ بھی چل سکی ان کانگریس والوں کے بٹّے کی

لیا شوکت علی نے ہاتھ میں اسلام کا ڈنڈا
مَیں جب جانوں سہیں اک چوٹ بھی اس ہٹّے کٹّے کی

امروہہ ۔ ۲۰ ۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

(۱۲۷)

کانگرسی دُولھا اور احراری دُلہن

ممالک متحدہ آگرہ واودھ کی انتخابی آویزشوں میں مجلس احرار پوری سرگرمی سے کانگریس کا پروپیگنڈا کرتی رہی۔ بعض موقعوں پر اس مجلس کی سرگرمیوں کی نوعیت بہت ہی صبر آزما ہو جاتی تھی۔ اشعار ذیل ایسے ہی ایک موقع پر برسبیل اضطرار زبان سے نکل گئے :۔

دادا تھے مسلمان تو بیٹے تھے مجوسی — پوتے جو ہیں احرار وہ کہلائے فلوسی
مل جائے جہاں چندہ وہی ہے وطن ان کا — ہندی ہیں نہ مصری ہیں نہ چینی ہیں نہ رُوسی
جو بوند مرے خوں کی مہاجن سے بچی تھی — پنجاب کے احرارِ ستم پیشہ نے چُوسی
نہرو جو ہے دُولھا تو دُلہن مجلسِ احرار — ہو پیرِ بخاری کو مبارک یہ عُروسی

حُقّہ نے بنایا مجھے دوکش ہیں محقّق
اور فلسفہ چھانٹا کئے دوانی وطُوسی

امروہہ۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

پہنچا۔ سفر کی کوفت نے بہت تھکا دیا تھا۔ دیر سے حقہ بھی نہ پیا تھا اس لئے تکان اور زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ میزبان نے جلد جلد چاء تیار کرائی۔ چاء آئی اور ساتھ ہی حقہ بھی آیا۔ یار لوگوں نے فرمائش کی کہ اس پر کچھ اشعار ہو جائیں۔ میں نے چاء کا ایک گھونٹ پی کر اور حقہ کا ایک کش لگا کر یوں امتثال امر کیا :-

زندگانی کے لطف دو ہی تو ہیں صبح کی چاء ۔ شام کا حُقّہ
اُس کو کہتے ہیں سلسبیل کی موج اِس کو لکھتے ہیں نُور کا بُقّہ

اس کے بعد بعض اربابِ ذوق نے یہ بے ڈھب فرمائش کی کہ اس زمین میں احرار کے متعلق بھی کچھ ہو جائے۔ غالباً اُنہوں نے یہ سمجھا کہ اب اس زمین میں کوئی قافیہ نہیں رہا۔ اور مجھے بھی اُسی طرح زچ کر دیا جائے گا جس طرح سعدی شیرازی کو ایک قافیہ پیمائی کی محفل میں اس فرمایش سے زک دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ

غنچہ دہانِ من بیا تنگدلی من ببیں !

پر تنگ دلی کے قافیہ کی قید کے ساتھ ایک مصرع لگا دیا جائے۔ اربابِ سخن کو معلوم ہے کہ سعدی کی حاضر جوابی نے یہ کوشش معاً یہ کہہ کر اکارت کر دی تھی کہ

بے تو ہنوز زندہ ام سنگدلی من ببیں

اس ادبی نوک جھونک کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میں نے بطور اظہارِ عجز عرض کیا کہ معاملہ چاء اور حقہ کا ہے اس میں احرار کو کیا دخل۔ اس پر ایک صاحب بولے کہ جب سے مسجد شہید گنج کی تحریک شروع ہوئی ہے احرار نے حقہ

پینا بالکل چھوڑ دیا ہے کیونکہ اُن کے دوست سکھ جس طرح مسجد شہید گنج کا نام سُن کر جو اس باختہ ہو جاتے ہیں ؏ اُسی طرح وہ بھی حقّہ کا نام آتے ہی چراغ پا ہو جاتے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے چودھری افضل حق نے جو احراری ٹولی کے نفس ناطقہ ہیں پچھلے دنوں حقّہ کی مخالفت میں ہنگامہ انگیز مضامین لکھے تھے۔ ایک دوسرے صاحب نے فرمایا کہ احرار کے متعلق ایک شعر ضرور ہونا چاہئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ احرار کی شریعت کے امیر مولانا سیّد عطاء اللہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں او کما قال۔ پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے غصّہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔ اس پر مَیں نے یاروں کی فرمائش یوں پوری کی:-

کیا کہوں آپ سے ہیں کیا احرار
کوئی لُچّا ہے اور کوئی لُفنگا

دھان پور میں ایک اور لطیفہ ہوا۔ ابھی چاء پینے سے فراغت نہ ملی تھی کہ مولانا شوکت علی کو جو اس دورہ میں میرے رفیق طریق تھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ جب وہ ادب خانہ سے مست ہاتھی کی طرح جھومتے جھامتے نکلے تو یارانِ سرپل نے کہا۔ کچھ اس پر بھی۔ مَیں نے فی البدیہہ یہ قطعہ عرض کیا:-

دھان پور آئے جناب حضرت شوکت علی
ہاتھ رکھے قبضۂ شمشیرِ جوہر دار پر

(۱۳۱)

احرار اور مسجد شہید گنج

نرالی وضع کا مومن ہے طبقۂ احرار
کہ سر جھکا ہوا مشرک کے آستاں پر ہے

اس آرزو میں کہ نہرو کسی طرح خوش ہو
نگاہِ خشم سکندر حیات خاں پر ہے

خدا کے گھر کی تباہی میں حصہ دار ہوئے
یہ ظلم انھوں نے کیا آپ اپنی جاں پر ہے

اشارہ پاکے اُدھر سے شہید گنج کا شور
کئی دنوں سے ان اشرار کی زباں پر ہے

سنا کیا جو کئی سال دیر کا ناقوس
لگا ہوا ہی کان آج کل اذاں پر ہے

ہمارے قتل کا محضر ہے اُن کے دفتر میں
ہمارے خون کا داغ اُن کی طیلساں پر ہے

وہ برق جس نے جلایا ہمارے خرمن کو
گرائی جانے کو اب اُن کے آشیاں پر ہے

لاہور - ۲۳ - دسمبر ۱۹۳۷ء

(۱۴۱)

امرتسر کی انتخابی جنگ

اسلام کا ٹکٹ

ہے لیگ[ل] کا اُدھر، اِدھر اسلام کا ٹکٹ — وہ نام کا ٹکٹ ہے یہ ہے کام کا ٹکٹ
احرار ہوں کہ کانگریسی ہوں سب ایک ہیں — دونوں کے دونوں لے کے چلے رام کا ٹکٹ
احرارکٹ کے نُور سے ظلمت میں جا ملے — وہ صبح کا ٹکٹ تھا یہ ہے شام کا ٹکٹ
الہام کا ٹکٹ ہمیں کعبہ سے مل گیا! — وہ لائے سومنات سے اوہام کا ٹکٹ
میرا ٹکٹ مجھے مرے اللہ نے دیا — اُن کو اگر ملا بھی تو اصنام کا ٹکٹ
آزادیٔ وطن اُنہیں ہوگی کہاں نصیب — جن کو ملا ہو گردشِ ایّام کا ٹکٹ

اسلام کے ٹکٹ کا اُڑائیں گے جو مذاق
دوزخ کو لے کے جائیں گے بے دام کا ٹکٹ

ل یہاں مسلم لیگ سے مراد پنجاب مسلم پارلیمنٹری بورڈ ہے جس نے مسلم لیگ سے بغاوت کر کے مسلم لیگ کے نمائندہ کو لیگ کا ٹکٹ نہیں دیا اور میں نے مقاصد انتخاب کے لئے پروپیگنڈا کے طور پر اُسے اسلام کا ٹکٹ دے دیا جس نے اُسے کامیاب کرا کر چھوڑا۔

(۱۷۲)

وقت کا سامری

اے سامریِ وقت کہ گاندھی ہے ترا نام　　کہتے ہیں نصاریٰ کا تجھے بندۂ بے دام
ہندو کو مسلماں سے لڑانا ہے ترا کام　　ہم کو نظر آتا ہے جو ہوگا ترا انجام
اے دشمنِ اسلام

تقدیرِ وطن کی اُسی دن سے ہوئی کھوٹی　　جب شیخ کے تہمد سے ملی تری لنگوٹی
اور چادرِ تہذیبِ عرب ہو گئی چھوٹی　　ہم قائلِ الہام ہیں تُو مائلِ اوہام
اے دشمنِ اسلام

حملہ تری فوجوں کا ہے اقلیمِ دکن پر　　یلغار شغالوں کی ہے شیروں کے وطن پر
تکیہ ہمیں اللہ پہ اور تجھ کو وشن پر　　سورج ترے اقبال کا آیا ہے لبِ بام
اے دشمنِ اسلام

(۲)

احرار کے حصّہ میں ہے گاندھی کی لنگوٹی — اور خواجۂ بطحا کی ردا میرے لئے ہے
گاندھی کی لنگوٹی سے ہی تہمد مرا اچھا — عثمانؓ کا آئین حیا میرے لئے ہے
جب ہاتھ نہ آئی اُنہیں دُلدل کی سواری — کہنے لگے عیسےٰ کا گدھا میرے لئے ہے
قرآن کی تفسیر میں لکھا ہے اُنہوں نے — وردھا کے کچالو کا مزا میرے لئے ہے
تیرے لئے حُوران بہشتی کے کرشمے — اور کاشی کی پریوں کی ادا میرے لئے ہے

اس پر یہ کہا میں نے کہ تیرے لئے وردھا
اور واقعۂ کرب وبلا میرے لئے ہے

دھلی ۔ ۴ ۔ مارچ ۱۹۳۹ء

(۱۸۵)

بے مہار اُونٹ

میں نے کل پوچھا یہ صدرِ مجلسِ احرار سے
بندہ پرور آپ کیوں ہیں خاکساروں کے خلاف

گر عقائد کی بنا پر آپ کی ہے اُن سے جنگ
کیوں نہیں ہیں آپ پھر زنّاروں کے خلاف

چار مشرک ہیں پٹیل و گاندھی و نہرو و بوس
کاش ہوتی آپ کی یلغار چاروں کے خلاف

ہنس کے فرمانے لگے ارشادِ عالی ہے بجا
ہو تو جائیں ہم بھی ان مُردار خواروں کے خلاف

پل رہے ہیں ان کے چندوں پر مگر احرارِ ہند
پھر ہوں کیوں وہ اپنے ان پروردگاروں کے خلاف

کانگرس نے پال رکھے ہیں مدینہ کے کچھ اُونٹ
عالمِ اسلام ہے ان بے مہاروں کے خلاف

ایبٹ آباد - ۱۲ - جولائی ۱۹۳۹ء